

(1)

OPEN ACCESS RUSHAD (Bi-Annual Research Journal of Islamic Studies) Published by: Lahore Institute for Social Sciences, Lahore.	ISSN (Print) : 2411-9482 ISSN (Online) : 2414-3138 Jul-Dec-2021 Vol: 1, Issue: 1 Email: journalrushd@gmail.com OJS: https://rushdjournal.com/index
--	--

ڈاکٹر قاری رشید احمد تھانوی¹

اردو ترجمہ قرآن میں قراءات سے استفادہ

(برصغیر کے دو اردو تراجم قرآن کا ایک جائزہ)

Abstract

Different Qira,at of the Quran, whether shaaz or Mutawatir, play an important role in understanding its meaning. Qira,at have also been used in important Arabic Tafasir to explain the meaning of Qur'anic words and verses. However, just as the science of Qira,at has not spread widely in our subcontinent, scholars who translated the Qur'an did not make extensive use of Qira,at to explain the meaning during translation. Qira,at, on the other hand, are the Qur'an itself, and are more essential than other arguments in explaining the meaning of Qur'anic words. However, a few translators have taken care of them to some extent while translating the Qur'an. This article examines the translations of the Qur'an by two Urdu translators, Maulana Ashraf Ali Thanwi and Maulana Fateh Muhammad Jalandhari, to see how much they benefited from a variety of Qira,at while translating.

Keywords. ترجمہ قرآن، قراءات، بیان القرآن، فتح الحمید

قرآن مجید کا ایسا جامع ترجمہ کرنا ناممکن حد تک مشکل کام ہے جس میں بغیر کسی تفسیری وضاحت کے قرآن کے مرادی معنی کا پورے طور پر ابلاغ ہو جائے۔ کیونکہ قرآن مجید کے وسیع مطالب اور معانی غیر زبان میں سمو دینا سمندر کو کوزے میں بند کرنے کے مترادف ہے۔ اسی طرح ایسا ترجمہ جو کسی تفسیر کی بنیاد نہ بن سکے بے مقصد بن جاتا ہے۔ اور ان مشکل وجوہات میں سے ایک بڑی وجہ قرآن حکیم میں پائی جانے والی قراءات بھی ہیں۔

¹ انچارج قسم القراءات، جامعہ دارالعلوم اسلامیہ، لاہور۔

کیونکہ جب کسی کلمہ قرآنی میں دو متواتر قراءتیں ہوں تو مفسرین و فقہاء کے نزدیک وہ دو آیات کی طرح ہیں۔ ان کی تفسیر اسی طرح کی جائے گی جس طرح ایک مسئلہ میں وارد دو آیات کی تفسیر کی جاتی ہے۔ چنانچہ امام ابو بکر الجصاص رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"وہا تان القراءتان قد نزل بهما القرآن جميعا ونقلتها الأمة تلقيا من رسول الله ﷺ." ¹

"ان دونوں قراءات کے ساتھ قرآن نازل ہوا ہے۔ اور امت نے ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا ہے۔"

مزید لکھتے ہیں:

"وأیضا فإن القراءتين كالآيتين." ²

"اور دو قراءات دو آیتوں کی مانند ہیں۔"

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

"إذ القراءتان كالآيتين والسنة الثابتة لا تخالف كتاب الله بل توافقه وتصدقفه" ³

"اس لئے کہ دو قراءتیں دو آیتوں کے جیسی ہوتی ہیں اور سنت ثابتہ کتاب اللہ کے مخالف نہیں ہو سکتی بلکہ وہ تو اس کے موافق ہوتی ہے اور اس کی تصدیق کرتی ہے۔"

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس اصول کو بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے:

"ومن القواعد الأصولية عند الطائفتين أن القراءتين المتواترتين إذا تعارضتا في آية واحدة فلهما حكم آيتين." ⁴

"اصولی قواعد میں سے، دونوں جماعتوں کے نزدیک، ایک یہ ہے کہ متواتر قراءتیں جب ایک آیت میں متعارض ہو جائیں تو ان کا حکم دو آیتوں کی طرح ہے۔"

¹ جصاص، أحمد بن علي أبو بكر الرازي، أحكام القرآن، (بيروت: دارالكتب العلمية، 1994ء)، 2: 433۔

² ايضاً، 2: 435۔

³ ابن تيمية، تقي الدين أبو العباس أحمد، مجموع الفتاوى، (المدينة النبوية: مجمع الملك فهد، 1995ء، 2: 131۔

⁴ آلوسي، شهاب الدين محمود، روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني، (بيروت: دار الكتب العلمية، 1414هـ)، 3: 246۔

چنانچہ معنی و مفہوم کے اتحاد یا تعدد کے اعتبار سے قراءات کی دو قسمیں ہیں:

1- متحد المعنی، یعنی کلمہ کا تلفظ مختلف ہو لیکن معنی و مفہوم میں ایک ہی ہو۔ مثلاً: **عَلَيْهِمْ** اور **عَلَيْهِمْ**، **فَنُح** اور

فَنُح

مختلف المعنی یعنی اختلاف تلفظ کے ساتھ ساتھ معنی بھی مختلف ہو۔ مثلاً:

﴿**مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ**، **مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ**﴾¹ پھر معنی مختلف ہونے کی دو صورتیں ہیں:

(الف) تلفظ مختلف ہونے سے معنی یا ترجمہ تو بدل جائے، لیکن مفہوم اور مطلب ایک ہی نکلتا ہو یعنی دونوں

قراءتوں کا مصداق ایک ہی ہو اور ان کے معنی میں کوئی باہمی تعارض یا تضاد نہ ہو۔ جیسے **مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ**، **مَلِكِ**

يَوْمِ الدِّينِ۔ اسی طرح **فَتَبَيَّنُوا** / **فَتَتَّبَعُوا**²

(ب) تلفظ اور معنی مختلف ہونے کے ساتھ ساتھ دونوں قراءتوں کے معنی میں بظاہر ایک قسم کا تعارض بھی

ہو۔ مثلاً: **يُظْهِرَنَّ**، **يُظْهِرَنَّ**³ **أَرْجُلَكُمْ**، **أَرْجُلَكُمْ**⁴

تفسیری اثرات کے اعتبار سے قراءتیں اولاً دو قسم پر ہیں:

وہ قراءتیں جن سے تفسیر پر کوئی واضح اثر نہیں پڑتا۔ زیادہ تر قراءتوں کا تعلق اسی قسم سے ہے۔

دوسری قسم وہ جن کا ترجمہ یا تفسیر پر کچھ نہ کچھ اثر پڑتا ہے۔

پھر ان میں بعض قراءتیں اس نوعیت کی ہیں کہ ان سے تفسیری معنی میں مزید وضاحت اور توسیع پیدا ہوتی

ہے، یا کوئی اشکال یا ابہام دور ہو جاتا ہے، لیکن بہر حال ان کا محمل اور مصداق ایک ہی ہوتا ہے۔ جبکہ بعض قراءتیں

میں ایسی ہیں کہ ایک قراءت کا مفہوم و مصداق دوسری قراءت سے بالکل مختلف ہوتا ہے لہذا دونوں قراءتوں

سے دو مختلف احکام ثابت ہوتے ہیں، یا ایک ہی حکم کی دو ممکنہ صورتیں سامنے آ جاتی ہیں۔ قرآن حکیم کی

تفسیر پر اثرات کے اعتبار سے مختلف قراءتوں کی مندرجہ ذیل قسمیں بنتی ہیں:

¹ الفاتحہ، 2:3۔

² الحجرات، 16:6۔

³ سورة البقرة، 2:222۔

⁴ سورة المائدة، 5:6۔

معنی کی تبیین و توضیح کرنے والی قراءتیں۔ یعنی ایک قراءت میں معنی واضح نہیں ہوتا دوسری قراءت سے معنی واضح ہو جاتا ہے، یا مراد متعین ہو جاتی ہے۔

معنی میں وسعت پیدا کرنے والی قراءتیں۔ ایک قراءت کا معنی محدود ہوتا ہے، دوسری قراءت سے معنی میں مزید وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔

اشکال کو دور کرنے والی قراءتیں۔ ایک قراءت سے کوئی اشکال پیدا ہوتا ہے، تو دوسری قراءت سے وہ دور ہو جاتا ہے۔

عام معنی پر مشتمل قراءتیں۔ یعنی ایک قراءت میں معنی خاص ہوتا ہے دوسری قراءت سے معنی میں عموم پیدا ہو جاتا ہے۔

تقییدی معنی پر مشتمل قراءتیں۔ ایک قراءت میں معنی مطلق ہوتا ہے دوسری قراءت سے معنی میں ایک قید کا اضافہ ہو جاتا ہے۔¹

اس مختصر مقالہ میں بر صغیر کے دو اردو تراجم: بیان القرآن از مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ² اور فتح الحمید از مولانا فتح محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ³ کے مقبول عام ترجمہ قرآن کا ایک مختصر جائزہ لیا جائے گا اور ایک تقابلی مطالعہ کیا جائے گا کہ ان دونوں تراجم میں ”قراءت قرآنیہ“ کے معاملہ میں کیا اسلوب اختیار کیا گیا ہے، قراءت کو کس قدر ملحوظ رکھا گیا ہے، اور کہاں تک نظر انداز کیا گیا ہے۔ اس مقالہ میں بیان القرآن کے انتخاب کی بنیاد یہ ہے کہ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف قراءت کو خاص اہتمام کے ساتھ اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے اور ”وجوہ المثانی مع توجیہ الکلمات والمعانی“ کے عنوان کے تحت تمام متواتر قراءت کی ایک جامع فہرست بھی مہیا کی ہے۔ چنانچہ وجوہ المثانی کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"فلطالما كان يخلج في قلبي أن أجمع رسالة وجيزة تكفل القراءات السبعة"

¹ محمد بن عمر بن سالم بازمول، القراءات وأثرها في التفسير و الأحكام، (المملكة العربية السعودية: جامعة أم القرى، 1413هـ): 325-387۔

² محمد اشرف علی تھانوی، مولانا: تفسیر بیان القرآن (ملتان: ادارہ تالیفات اشرفیہ، س ن)، -؟؟؟؟؟

³ فتح محمد جالندھری، مولانا، القرآن الکریم اردو ترجمہ، فتح الحمید، (اسلام آباد: دعوہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، 2006ء)، -؟؟؟؟؟

المتواترة مع توجيحه معاني أو أعرابه الكون الكتب الدراسية في الهند خالية عن مثل هذا الكتاب.¹

”ایک طویل عرصہ سے میرے دل میں یہ خواہش تھی کہ میں ایک ایسا مختصر سارسالہ لکھوں جس میں قراءات سب سے متواترہ کو ان کے معانی و اعراب کی توجیہ کے ساتھ جمع کروں؛ کیونکہ ہندوستان میں درسی کتب کا ذخیرہ اس طرح کی کتاب سے خالی ہے۔“

نیز مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ قرآن میں بھی اختلاف قراءات کا لحاظ کیا ہے۔

پہلی مثال

سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر 222 میں جملہ: **وَلَا تَقْرُبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهَرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ** کا ترجمہ یوں لکھتے ہیں:

”اور ان سے قربت مت کیا کرو جب تک کہ وہ پاک نہ ہو جاویں، پھر جب وہ اچھی طرح پاک ہو جاویں۔“

اس کے حاشیہ میں الفقہ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

”حَتَّىٰ يَطْهَرْنَ، ہی عند الشافعی الاغتسال بعد الانقطاع، قالوا ويدل عليه صريحا قراءة حمزة والكسائي: يَطْهَرْنَ بالتشديد اى يَتَطَهَّرْنَ، وصيغة المبالغة يستفاد منه الطهارة الكاملة، ويدل عليه فاذا تطهرن بالفاء وصيغة المبالغة، وقالت الحنفية: إن القراءتين بمنزلة الآيتين فحملوا إحداهما على مادون العشرة، والأخرى على تمام العشرة، والفاء لمجرد الارتباط من غير وجود معنى التأخر فيه، وأيضاً لانسلم أن التطهر ليس إلا بالاعتسال، فإنه يمكن حمله على تيقن الانقطاع وعدم بقاء الريب فيه، كما أشرت إليه في الترجمة.“²

”حَتَّىٰ يَطْهَرْنَ“ سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خون بند ہونے کے بعد غسل کر لینا مراد ہے، اور دلیل میں شواہع کہتے ہیں کہ امام حمزہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام کسائی رحمۃ اللہ علیہ کی تشدید والی قراءت: **يَطْهَرْنَ** اس پر صریح دلالت کرتی ہے۔ یعنی خوب پاکی حاصل کر لیں۔ اور مبالغہ والے صیغہ سے طہارت کاملہ کا معنی حاصل ہوتا ہے، اور اس پر **فَإِذَا تَطَهَّرْنَ** کا فاء کے ساتھ ہونا دلالت کرتا ہے۔ جبکہ

¹ وجوه المثاني مع توجيحه الكلمات والمعاني، رساله ملحقه بتفسير بيان القرآن، 1: 180.

² بيان القرآن، 1: 128-

حنفیہ یہ کہتے ہیں کہ دو قراءتیں دو آیتوں کے قائم مقام ہوتی ہیں، لہذا انہوں نے ایک قراءت کو دس دن سے کم کے معنی پر محمول کیا اور دوسری قراءت کو دس دن کی مدت پوری ہونے کے معنی پر محمول کیا۔ اور فاء محض ارتباط کے لیے آئی ہے، اس میں تاخر کا معنی ملحوظ نہیں ہے، اور ہم یہ بھی تسلیم نہیں کرتے کہ خوب پاکی صرف غسل سے ہی حاصل ہوتی ہے؛ کیونکہ یہاں اس کو انقطاع کا یقین ہو جانے اور شک ختم ہو جانے پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ میں نے ترجمہ میں اس بات کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔“

جبکہ فتح الحمید میں مذکورہ آیت کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے: اور جب تک پاک نہ ہو جائیں ان سے مقاربت نہ کرو۔ ہاں جب پاک ہو جائیں تو۔¹ یہ ترجمہ دونوں قراءتوں کے مفہوم کو شامل نہیں ہے۔

مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا قراءت کے لحاظ میں منہج

تفسیر بیان القرآن کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا تھانوی نے تفسیر بیان القرآن میں قراءت متواترہ کو ملحوظ رکھنے کا التزام کیا ہے، اور قراءت شاذہ سے بھی استفادہ کیا ہے۔ اس مقصد کے لیے چار طریقے اختیار کیے ہیں:

- الف: بعض مقامات پر الفاظ کا ترجمہ ایسا کیا ہے کہ اس میں مختلف قراءت کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔
- ب: بعض مقامات پر وضاحت اور تفسیر کرتے وقت بین القوسین مختلف قراءت کی طرف اشارہ کیا ہے۔
- ج: کہیں صرف حواشی میں ”اختلاف القراءۃ“ کے عنوان سے مختلف قراءت اور ان کی توجیہ بھی کی ہیں۔
- د: ایک مکمل رسالہ کی صورت میں تمام متواتر اختلافات کی قرآنی ترتیب کے مطابق فہرست مہیا کی ہے اور اس میں بھی متعدد مقامات پر توجیہ القراءت اور ان کے معانی سے بحث کی ہے۔ آئندہ صفحات میں اس کی مزید چند مثالیں پیش کی جائیں گی۔

مولانا جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کا قراءت کے لحاظ میں منہج

مولانا فتح محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ قرآن موسوم بہ فتح الحمید کا جائزہ لینے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ

¹ فتح محمد جالندھری: حوالہ مذکور،: 119-

جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ قراءات کا التزام تو نہیں کیا لیکن چند مقامات پر ترجمہ میں قراءات کا بلا واسطہ یا بلا واسطہ لحاظ بھی کیا ہے۔ البتہ کچھ مقامات پر تشکیکی محسوس ہوتی ہے، اگر وہاں بھی قراءات کا لحاظ کیا جاتا تو ترجمہ زیادہ جامع اور مکمل ہو جاتا۔

دوسری مثال

ان مقامات میں سے جہاں ایک جامع ترجمہ دونوں قراءتوں کے معنی کو سمولیتا ہے، اس کی مثال درج ذیل ہے:
سورۃ الحجرات کی آیت نمبر 6 میں **اِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْا** کا ترجمہ مولانا جالندھری نے یوں کیا ہے:

”اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لیکر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو۔“¹

اور بیان القرآن میں اسی آیت کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے:

”اگر کوئی شریر آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لاوے تو خوب تحقیق کر لیا کرو۔“

”خوب تحقیق“ ایک جامع ترجمہ ہے کیونکہ دراصل کلمہ قرآنی **فَتَبَيَّنُوْا** میں دوسری قراءت **فَتَثَبَّنُوْا** ہے۔²

فتبينوا اس کا مادہ ”بین“ ہے اور یہ **باب تفعل** ہے، اور دوسری قراءت **فتثبتوا** ہے یہ بھی **باب تفعل** سے ہے

لیکن اس کا مادہ ”ثبت“ ہے۔ امام ابن خالویہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"يقرأ بالياء من التبيين وبالطاء من التثبّت. والأمر بينهما قريب لأنّ من تبيّن فقد

تثبّت ومن تثبّت فقد تبيّن." ³

”یاسے پڑھا جائے تو تبین سے، اور تاکے ساتھ تثبت سے ہے۔ اور امر ان دونوں میں قریب ہے۔

کیونکہ جو شخص معاملہ کو کھول کر واضح کر دے، تو اس کو ثبوت بھی مل جاتا ہے۔ اور جو ثبوت

حاصل کر لے، معاملہ اس پر واضح ہو جاتا ہے۔“

لیکن امام قیسی رحمۃ اللہ علیہ کا نقطہ نظر اس سے مختلف ہے، لکھتے ہیں:

"وليس كل من تثبّت في أمر تبيّنه. قد يتثبّت ولا يتبيّن له الأمر فالتبّيّن أعمّ من

¹ فتح محمد جالندھری: حوالہ مذکور: 1221۔؟؟؟؟

² تھانوی، اشرف علی، مولانا، وجوه المثانی مع توجیہ الكلمات والمعانی، (2، 180: 11، 137؟؟؟؟)

³ الحسين بن أحمد بن خالويه، الحجة في القراءات السبع، (بيروت: دار الشروق، 1401هـ): 126۔

التثبت في المعنى لاشتماله على التثبت.¹

اسی طرح امام ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"وقال قوم تبينوا أبلغ وأشد من تثبتوا؛ لأن المتثبت قد لا يتبين."²

گویا ان دونوں حضرات کے نزدیک تبین عام ہے، اس کے معنی میں ثبوت بھی پایا جاتا ہے۔ لیکن تثبت خاص ہے، اس میں تبین کی اور وضاحت ضروری نہیں ہے۔ یعنی ایسا ہو سکتا ہے کہ کسی معاملہ کا ثبوت اور دلیل تو مل جائے لیکن وہ واضح اور قابل فہم نہ ہو۔ اگرچہ یہ دونوں قراءتیں قریب المعنی تو ہیں لیکن ان دونوں کو سامنے رکھ کر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کسی معاملہ کی وضاحت اور تبیین میں تثبت یعنی تحمل اور اتنا ٹھہراؤ اختیار کیا جائے، اور جلد بازی نہ کی جائے، یہاں تک کہ حقیقت بالکل کھل کر واضح ہو جائے۔

جیسا کہ مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"قتینوایہ ظاہر کر رہا ہے کہ ایسی خبر پر اس وقت تک عمل جائز نہیں جب تک اسکی پوری وضاحت

نہ کر لی جائے۔ اور ایک قراءت میں یہ لفظ قمتبتو پڑھا گیا ہے۔ یعنی اس کی دلیل حاصل کر لو۔"³

ان دونوں قراءتوں کو سامنے رکھتے ہوئے یہ واضح ہوتا ہے کہ کسی خبر کی تحقیق کے دو پہلو ہوتے ہیں:

1- درایت 2- روایت

لہذا یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ قتیئو اوالی قراءت سے درایت اور قمتبتو اوالی قراءت سے روایت کی طرف اشارہ

ہے۔ اور ”نوب تحقیق“ والا ترجمہ ان دونوں پہلوؤں کا جامع ہے۔

تیسری مثال

اس مقام پر دونوں تراجم میں ایک شاذ قراءت کو ملحوظ رکھ کر ترجمہ کیا گیا ہے، سورۃ النور کی آیت نمبر 60 ہے:

﴿وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَنْ

¹ القيسي، أبو محمد بن أبي طالب بن مختار، الكشف عن وجوه القراءات السبع، (بيروت: مؤسسة الرسالة، ص ن)، 1: 395، 394.

² عبد الحق بن غالب أبو محمد، المحرر الوجيز في تفسير الكتاب العزيز، (بيروت: دار الكتب العلمية، 1422 هـ)، 2: 96.

³ كاندھلوی ادریس، معارف القرآن، (شہدادپور: مکتبہ المعارف، پاکستان، 1422 هـ)، 6: 452.

يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ وَأَنْ يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَهُنَّ وَاللَّهُ سَبِيحٌ

عَلِيمٌ ﴿١﴾

اس آیت میں لفظ: ثِيَابَهُنَّ کے ترجمہ کے ساتھ فتح الحمید میں ان الفاظ کا اضافہ کیا گیا ہے:
”اور وہ کپڑے اتار (کر سر ننگا کر) لیا کریں [یعنی، وہ اگر اپنی چادر اتار کر رکھ دیں] تو ان پر کچھ گناہ
نہیں۔“²

اور بیان القرآن میں یوں ترجمہ کیا گیا ہے:- ان کو اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے کپڑے اتار رکھیں۔
یعنی ترجمہ کے متن میں تو کوئی لفظ نہیں بڑھایا گیا ہے۔ البتہ بیان القرآن میں تفسیری ترجمہ یوں کیا گیا ہے:
-- ان کو (البتہ) اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ اپنے (زائد) کپڑے (جس سے چہرہ وغیرہ چھپا رہتا ہے، غیر
محرم کے روبرو) اتار رکھیں۔³
دراصل یہاں تین شاذ قراءتیں اور بھی ہیں:

- 1- **أَنْ يَضَعْنَ مِنْ ثِيَابِهِنَّ** یہ قراءت حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابی بن کعب پڑھا کرتے تھے۔ اور انہی تینوں صحابہ کرام سے ایک قراءت اور مروی ہے:
- 2- **أَنْ يَضَعْنَ جَلَابِيَهُنَّ**۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود سے ایک قراءت اور مروی ہے:
- 3- **أَنْ يَضَعْنَ مِنْ جَلَابِيَهُنَّ**۔⁴

یہ تینوں شاذ قراءات ہیں، اس لیے کہ یہ مصاحف عثمانیہ میں لکھی ہوئی نہیں ہیں۔ البتہ تفسیر میں یہ قراءات
قول صحابی، یا اگر رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہو تو خبر واحد کا درجہ رکھتی ہیں۔⁵

¹ سورة النور، 24: 60۔

² فتح محمد جالندھری: حوالہ مذکور: 833۔

³ بیان القرآن، 8: 32، 33۔

⁴ السیوطی، عبدالرحمن بن ابی بکر، الدر المنثور، (بیروت: دار الفکر، 2011ء)، 11: 110

⁵ محب اللہ بن عبدالشکور الہندی البھاری، الدر المنثور، (مصر: المطبع الحسینیة المصریة، 2017ء)،

چوتھی مثال

آیت قرآنیہ:

﴿ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ هَاجَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوا ثَمَّ جَاهِدُوا وَصَبَرُوا إِنَّ رَبَّكَ
مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَحِيمٌ﴾¹

کا ترجمہ بیان القرآن میں اس طرح کیا گیا ہے:

”پھر بے شک آپ کا رب ایسے لوگوں کیلئے جنہوں نے بتلائے کفر ہونے کے بعد ہجرت کی پھر
جہاد کیا اور قائم رہے، تو آپ کا رب ان کے بعد بڑی مغفرت کرنے والا بڑی رحمت کرنے والا
ہے۔“

جبکہ اسی آیت کا ترجمہ مولانا فتح محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے یوں کیا ہے: پھر جن لوگوں نے ایذا کیں اٹھانے کے
بعد ترک وطن کیا پھر جہاد کیے اور ثابت قدم رہے، تمہارا پروردگار ان کو بے شک ان (آزمائشوں) کے بعد بخشنے
والا (اور ان پر) رحمت کرنے والا ہے۔²

دراصل کلمہ **فُتِنُوا** میں دو قراءتیں ہیں ایک صیغہ معروف کے ساتھ اور دوسری صیغہ مجہول کے ساتھ۔³
چنانچہ ”ایذا اٹھانا“ تو صرف صیغہ مجہول کا ترجمہ بنتا ہے، اور ”بتلائے کفر ہونا“ یہ صیغہ معروف کے معنی کی
طرف بھی اشارہ دے رہا ہے۔

امام مکی ابن ابی طالب القیس رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"قرأه ابن عامر بفتح الفاء والتاء على معنى من بعد ما فتنوا غيرهم أى عدبوا
غيرهم على الدين ليرتدوا عن الإسلام، ثم آمنوا وهاجروا، فالله غفور
لفاعلهم."⁴

¹ النحل، 16: 110 -

² فتح محمد جالندھری: حوالہ مذکور، 657 -

³ الجزري، شمس الدين أبو الخير، النشر في القراءات العشر، (بيروت: المطبعة التجارية الكبرى، س ن)،
305: 2

⁴ الاندلسي، مكي بن ابى طالب ابو محمد، الكشف عن وجوه القراءات السبع، (بيروت: مؤسسة الرسالة،
س ن)، 2: 41 -

”ابن عامر نے صیغہ معروف سے پڑھا ہے، اس معنی پر کہ دوسروں کو دین کی بنا پر تکلیف دینے کے بعد تاکہ وہ اسلام سے پھر جائیں، پھر وہی لوگ ایمان لے آئے، اور ہجرت کر لی، تو اللہ ان کے اس (تکلیفیں دینے والے) فعل کو معاف کرنے والا ہے۔“

یعنی صیغہ معروف کی قراءت پر معنی یہ ہوا کہ وہ لوگ جنہوں نے اسلام لانے سے پہلے مومنوں کو تکلیفیں دیں اور ان کو پریشان کیا، لیکن بعد میں وہ مسلمان ہو گئے اور ہجرت کر لی تو اسلام لانے سے ان کا یہ گناہ معاف ہو جائیگا۔

اور اس معنی کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

«إِنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِيكُمْ مَكَانَ قِبَلِهِ»¹

”اسلام اپنے سے جلی ہر چیز کو منہدم کر دیتا ہے۔“

امام قیسی مزید لکھتے ہیں:

”ويجوز أن يكون المعنى فَتَنُوا أَنْفُسَهُمْ بِإِظْهَارِ مَا أَظْهَرُوا مِنَ الْكُفْرِ لِلتَّقِيَةِ.“²

”یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو، تقیہ کرتے ہوئے کفر کا اظہار کر کے، فتنہ میں ڈالا۔“

اور دوسری قراءت جو کہ صیغہ مجہول کیساتھ ہے، اس کا معنی یہ بیان کرتے ہیں:

”عَذَّبُوا فِي اللَّهِ وَحُمَلُوا عَلَى الْإِرْتِدَادِ عَنِ دِينِهِمْ“³

”وہ اللہ کے راستے میں تکلیفیں دیئے گئے، اور دین سے پھر جانے پر مجبور کیئے گئے۔“

پانچویں مثال

﴿أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظَلَمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ﴾⁴

بیان القرآن میں اس آیت کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے:

¹ القشیری، مسلم بن الحجاج، امام، صحیح مسلم، کتاب الإیمان، بَابُ كَوْنِ الْإِسْلَامِ يَهْدِيكُمْ مَا قَبْلَهُ، (رياض: دارالسلام، 2007ء)، رقم: 121-

² الاندلسی، الكشف عن وجوه القراءات السبع، 1: 395، 394-

³ الاندلسی، الكشف عن وجوه القراءات السبع، 1: 395، 394-

⁴ سورة الحج، 22: 39-

”لڑنے کی ان لوگوں کو اجازت دیدی گئی جن سے لڑائی کی جاتی ہے، اس وجہ سے ان پر ظلم کیا گیا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کے غالب کر دینے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔“¹
مولانا تھانوی بیان القرآن کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

”فی قراءۃ یقاتلون مبنیا للفاعل ای الذین یریدون للقتال و یحرصون علیہ.“²
”ایک قراءت میں یقاتلون معروف ہے۔ معنی ہے کہ وہ لوگ جو قتال کا ارادہ اور خواہش کر رہے ہیں۔“

علامہ آلوسی روح المعانی میں اس صیغہ معروف والی قراءت کا معنی بیان کرتے ہیں:
”ای یریدون أن یقاتلوا المشرکین فی المستقبل و یحرصون علیہ.“³
”یعنی ان کو اجازت ہے جو لوگ مشرکین سے مستقبل میں قتال کا ارادہ اور خواہش رکھتے ہیں۔“
فتح الحمید میں اس آیت کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے:
”جن مسلمانوں سے (خواہ مخواہ) لڑائی کی جاتی ہے ان کو اجازت ہے (کہ وہ بھی لڑیں) کیونکہ ان پر ظلم ہو رہا ہے۔“⁴

مذکورہ آیت کا ترجمہ دونوں تراجم کے متن میں صرف صیغہ مجہول کا کیا گیا ہے، جس سے دفاعی جہاد ثابت ہوتا ہے۔ جبکہ صیغہ معروف والی قراءت سے اقدامی جہاد کی طرف اشارہ ہوتا ہے، اگرچہ اقدامی جہاد بھی ماضی میں کیے جانے والے ظلم کی وجہ سے ہی جائز ہوا ہے، لیکن فی الحال اس کی صورت اقدامی جہاد کی بنتی ہے۔ بیان القرآن میں حاشیہ میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، جبکہ فتح الحمید میں اختیار کیے گئے ترجمہ میں اس کو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔

¹ النشر فی القراءات العشر، 2: 326-

² بیان القرآن، 7: 76-

³ آلوسی، شہاب الدین محمود بن عبد اللہ الحسینی، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، (بیروت: دار الکتب العلمیة، 1415ھ)، 9: 154-

⁴ فتح محمد جالندھری: حوالہ مذکور: 785-

چھٹی مثال

﴿وَمَنْ يُكْرِهْهُنَّ فَإِنَّ اللَّهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾¹

اس آیت کا ترجمہ بیان القرآن میں یہ کیا گیا ہے:

”اور جو شخص ان کو مجبور کرے گا، تو اللہ تعالیٰ ان کے مجبور کیے جانے کے بعد بخشنے والا مہربان

ہے۔“²

اور فتح الحمید میں اس طرح کیا گیا ہے:

”اور جو ان کو مجبور کرے گا تو ان (بیچاروں) کے مجبور کیے جانے کے بعد اللہ بخشنے والا مہربان

ہے۔“³

ان دونوں تراجم میں اس مقام پر ایک شاذ قراءت کا لحاظ کیا گیا ہے۔ کیونکہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور

دوسرے صحابہ کرام پڑھا کرتے تھے:

﴿فَإِنَّ اللَّهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾⁴

تفسیر مدارک التنزیل میں ہے:

"و من یکرهھنّ فإنّ اللہ من بعد إکراھهِنَّ غفور رحیم أی لهنّ، و فی مصحف بن

مسعود رضی اللہ عنہ كذلك، وكان الحسن یقول لهن واللہ ... أو لهم إذا

تابوا"⁵

یعنی امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ یہ مغفرت اور رحمت کا حکم تو ان عورتوں ہی کے لیے ہے، لیکن مجبور

کرنے والوں کی مغفرت بھی ہو سکتی ہے، اگر وہ توبہ کر لیں۔ تفسیر روح المعانی میں ہے:

" عن مجاهد أنّه قال غفور رحيم لهنّ وليست لهم وكان الحسن إذا قرأ الآية

¹ سورة النور، 24: 33-

² بيان القرآن، 8: 19-

³ فتح محمد جالندھری: فتح الحمید: 825-

⁴ أحمد مختار عمر، معجم القراءات القرآنية، 4: 251-

⁵ النسفی، أبو البرکات عبد اللہ بن أحمد، مدارک التنزیل وحقائق التأویل، (بیروت: دار الکلم الطیب، 1419ھ)، 2: 505-

يقول: لهنّ والله لهنّ ... والتقدير ومن يكرههنّ فعليه وبال إكراههنّ لا يتعدّى إليهنّ فإنّ الله من بعد إكراههنّ غفور رحيم لهنّ.¹

”مجاہد سے روایت ہے؛ وہ کہتے تھے کہ اللہ ان مجبور عورتوں کو معاف کرنے والا ہے، نہ کہ ان جاہر مردوں کو، اور حضرت حسن جب اس آیت کو پڑھتے تو فرماتے ”اللہ کی قسم ان عورتوں کے لئے، ان عورتوں کے لئے۔“ اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو ان کو مجبور کرے گا تو اسی پر اس کا وبال ہو گا، یہ وبال ان عورتوں تک نہیں پہنچے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کی مجبوری کی بنا پر ان کو معاف کرنے والا ہے۔“

اس شاذ قراءت سے آیت کے معنی کی بالکل وضاحت ہو جاتی ہے۔ لہذا اس قراءت کو ملحوظ رکھنا ایک اہم اشکال کو دور کر دیتا ہے۔

ساتویں مثال

﴿أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدًا﴾²

کلمہ ”عبدہ“ میں دوسری متواتر قراءت عبادہ صیغہ جمع کے ساتھ ہے۔³ چنانچہ اس آیت کا ترجمہ بیان القرآن میں یوں کیا گیا ہے: کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کے لیے کافی نہیں۔۔۔ اور حاشیہ میں اس قراءت کا تذکرہ کیا گیا ہے اور تفسیر میں ان الفاظ کا اضافہ کیا گیا ہے جن سے دوسری قراءت کی طرف اشارہ ہوتا ہے:

”کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندہ (خاص محمد ﷺ کی حفاظت کے لیے کافی نہیں) یعنی وہ تو سب ہی کی حفاظت کے لیے کافی ہے۔ خصوصاً اپنے محبوب بندے کے لیے کیوں نہ کافی ہو گا؟“

دراصل مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس تفسیری وضاحت کو صیغہ جمع والی قراءت کی بنیاد پر اختیار کیا ہے، چنانچہ حاشیہ میں ”اختلاف القراءۃ“ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

”قراء الكسائی وحمزة عبادہ بالجمع وفسر بالانبياء والمؤمنين.“¹

¹ آلوسی، روح المعانی، 18: 158 - 159۔

² سورة الزمر، 39: 36۔

³ النشر في القراءات العشر، 2: 362 - 363۔

جبکہ فتح الحمید میں صرف ایک قراءت یعنی صیغہ واحد کے مطابق ہی ترجمہ کیا گیا ہے۔²
 اگرچہ دوسری قراءت کو ترجمہ میں نظر انداز کرنے سے اس کے معنی کا انکار تو لازم نہیں آتا، لیکن بہر حال
 ایک کمی واقع ہو جاتی ہے، خاص طور پر جب قراءت متواتر بھی ہو۔ اور اگر القراءتان کالاتین کا اصول مد نظر
 رکھیں تو گویا ایک ”مستقل آیت“ کا ترجمہ نظر انداز ہو جاتا ہے۔

آٹھویں مثال

﴿وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوْ امْرَأَةٌ وَلَهُ أُخٌّ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا

السُّدُسُ﴾³

”اور اگر وہ مرد کہ جس کی میراث ہے، باپ بیٹا کچھ نہیں رکھتا، یا عورت جو ایسی ہو اور اس میت کے
 ایک بھائی یا ایک بہن ہے تو دونوں میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے۔“

اس آیت میں ایسی میت کی میراث بیان ہو رہی ہے جس کے کوئی اصول اور فروع نہ ہوں، لیکن اس کا ایک
 بھائی یا ایک بہن ہو، تو ان میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔

اس آیت میں حضرت ابی بن کعب کی شاذ قراءت ہے: من أم یا من الام۔ یعنی اس مقام پر ان سے یہ الفاظ
 زائد منقول ہیں۔ نیز یہ قراءت من الأم اور من أم دونوں طرح سے منقول ہے۔⁴

مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بیان القرآن میں لکھتے ہیں:

”انحیائی کی قید پر اجماع ہے۔ اور سعد بن ابی وقاص اور ابی اس کے ساتھ من الام بھی پڑھتے تھے،
 کذا فی روح المعانی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ قید بطور تفسیر کے
 سُنی ہوگی۔“⁵

¹ بیان القرآن، 10: 23-24۔

² فتح محمد جالندھری: حوالہ مذکور: 1089۔

³ سورة النساء، 4: 12۔

⁴ معجم القراءات القرآنیہ، 2: 116۔

⁵ بیان القرآن، 2: 99۔

تفسیر القرطبی میں ہے:

"ولا خلاف بين أهل العلم أن الإخوة للأب والأم أو للأب ليس ميراثهم كهذا."

"اور اہل علم کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ باپ شریک بہن بھائیوں کی میراث اس طرح نہیں ہے۔"

نیز امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قراءت شاذہ کے قبول ہونے پر اجماع کا بھی ذکر کیا ہے:

"فَأَمَّا هَذِهِ الْآيَةُ فَأَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلَى أَنَّ الْإِخْوَةَ فِيهَا عَنَى بِهَا الْإِخْوَةَ لِلْأُمِّ."¹

"بہر حال اس آیت میں علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہاں انخیانی بھائی ہی مراد ہیں۔"

نیز مولانا تھانوی سورۃ النساء کی آیت نمبر 176 کی تفسیر کے حاشیہ نمبر 3 میں لکھتے ہیں:

"عيني يا علاتي، لأن أولاد الأم قد مَرَّحَكُمُهم في أول السورة، وعليه وقع الإجماع."²

جبکہ فتح الحمید میں دونوں مقامات پر ترجمہ میں وضاحت موجود نہیں ہے، جس سے ترجمہ تو درست ہے، لیکن مرادی معنی کے تعین میں تشکیکی باقی ہے۔³

خلاصہ و نتائج بحث

تفسیر بیان القرآن میں قراءات قرآنیہ کو متعدد مقامات پر ملحوظ رکھ کر ہی ترجمہ کیا گیا ہے، البتہ اس بات کا التزام نہیں کیا گیا کہ سب قراءتوں کو ترجمہ کے اندر ہی سمویا جائے، بلکہ جہاں ترجمہ میں لحاظ نہیں کیا گیا وہاں تفسیر میں یا حاشیہ میں ذکر کر دیا گیا ہے، یا پھر آخر میں رسالہ وجوہ المثانی میں ذکر کیا گیا ہے۔

جبکہ فتح الحمید میں بھی قراءات قرآنیہ کو چند مقامات پر ملحوظ رکھ کر ہی ترجمہ کیا گیا ہے۔ اب ہو سکتا ہے کہ مولانا جانندھری رحمۃ اللہ علیہ نے براہ راست خود ان قراءات کے مصادر سے ان قراءات کو حاصل کیا ہو، اور زیادہ امکان یہ ہے کہ مولانا جانندھری نے جن تفاسیر کی بنیاد پر ترجمہ کیا ہے، ان میں ان قراءات کو ملحوظ رکھا گیا ہو۔

¹ القرطبي، محمد بن أحمد أبو عبد الله، الجامع لأحكام القرآن، (القاهرة: دار الكتب المصرية، 1384هـ)، 5: 78.

² بيان القرآن، 2: 177

³ فتح محمد جانندھری: حوالہ مذکور: 213 و 267.

البتہ التزام یہاں بھی نہیں کیا گیا۔

قراءت اگر متواتر ہو اور مختلف معنی پر مشتمل ہو تو اس کو نظر انداز کرنا قرآن کی ایک آیت کو نظر انداز کرنے کے مترادف بن جاتا ہے۔

جہاں قراءت متواتر پائی جاتی ہوں وہاں بریکٹ لگائے بغیر ترجمہ میں اس کا معنی شامل کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ وہ تو قرآن کی ایک آیت کا ترجمہ کیا جا رہا ہے۔ لہذا بریکٹ کا اضافہ وہاں مناسب ہو گا جہاں واقعہ کوئی اضافہ کیا جا رہا ہو۔

شاذ قراءات کی اہمیت یہ ہے کہ ان سے قرآن کے مرادی معنی کے سمجھنے میں کافی مدد مل جاتی ہے۔ لہذا اگر ترجمہ میں ان کا بھی لحاظ کیا جائے تو ترجمہ زیادہ جامع، مکمل، مرتب اور مستند شکل اختیار کر جائے گا۔